AL-HAYAT Research Journal
Jlali Research Institute of Social Science, Lahore
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 2 Issue 4 (July-September 2025)

عقیدہ آخرت سے متعلق قرآن مجید کا اسلوبِ تمثیل۔ تفسیرِ ثعلبی اور تفسیرِ منیر کا تقابلی جائزہ

The Parabolic Style of the Qur'an Concerning the Doctrine of the Hereafter: A Comparative Analysis of Tafsir al-Tha'labi and Tafsir al-Munir

Shazia Manzoor
Lecturer,
Dept. of Islamic Studies, Lahore College for Women University, Lahore, Pakistan,
Ph.D. Scholar, Institute of Islamic Studies (IIS), University of the Punjab, Lahore, Punjab, Pakistan,
shaziamanzoor978@gmail.com

Dr. Muhammad Hammad Lakhvi
Professor,
Institute of Islamic Studies (IIS), University of the Punjab, Lahore, Punjab, Pakistan,
hammad.is@pu.edu.pk

Abstract

This study examines the Qur'an's parabolic style (tamthīl) in relation to the doctrine of the Hereafter through a comparative analysis of two major exegetical works: Tafsīr al-Tha'labī (representing the classical, tradition-based interpretive approach) and al-Tafsīr al-Munīr by Wahbah al-Zuḥaylī (reflecting a modern, rational, and rhetorical method). The research explores how the Qur'an employs parables drawn from cosmological, natural, and botanical phenomena to communicate complex eschatological realities in vivid and accessible terms. By analysing selected verses, the study highlights the ways in which these exegetes interpret the imagery of reward and punishment, resurrection, and the temporality of worldly life. The findings indicate that while al-Tha'labī relies heavily on transmitted reports, linguistic traditions, and variant readings, al-Zuḥaylī emphasises coherence, rhetorical impact, and contemporary relevance. This comparative approach demonstrates both the continuity and the evolution of Qur'anic interpretation, showing that Qur'anic parables are not mere literary devices but powerful instruments for affirming faith, awakening moral consciousness, and reinforcing the certainty of the Hereafter.

Keywords: Qur'anic parables, Hereafter, Tafsīr al-Tha'labī, al-Tafsīr al-Munīr, comparative exegesis, rhetoric, tamthīl

قرآن مجید نے عقیدۂ آخرت کو نہایت مؤکد اور مرکزی حیثیت دی ہے، کیونکہ یہ ایمان باللہ کے بعد اسلامی عقیدے کی اساس ہے۔انسان کی فکری اور عملی زندگی پر آخرت کے یقین کا گہرا اثر پڑتا ہے۔اسی لیے قرآن مجید نے مختلف اسالیبِ بیان کے ذریعے عقیدۂ آخرت کو دلوں میں راسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ان اسالیب میں تمثیل ایک مؤثر ذریعہ ہے، جو مشکل اور مجرد حقائق کو بلیغ اور محسوس انداز میں پیش کرتا ہے تاکہ سامع یا قاری نہ صرف حقیقت کو سمجھ سکے بلکہ اس کے اثرات کو بھی محسوس کرے۔قرآنی تمثیلات میں کائناتی مظاہر، تخلیقی مظاہر اور نباتاتی مثالیں شامل ہیں جو انسانی ذہن کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔یہ تمثیلات نہ صرف دنیا کی ناپائیداری کو اجاگر کرتی ہیں بلکہ جنت و دوزخ کے احوال، حساب و کتاب اور حشر و نشر کی کیفیت کو بھی دلنشیں انداز میں واضح کرتی ہیں۔اس طرح یہ تمثیلات عقیدۂ آخرت کو محض

OPEN ACCESS
CC BY

نظری یا فلسفیانہ بحث کی بجائے عملی اور محسوس حقیقت کے طور پر پیش کرتی ہیں۔اس تحقیق میں تفسیرِ ثعلبی (کلاسیکی اور روایتی اسلوب کی نمائندہ) اور تفسیرِ منیر (جدید اور عقلی وبلاغی اسلوب کی نمائندہ) کو بنیاد بنا کر قرآن کے اسلوبِ تمثیل کا تقابلی جائزہ لیا گیا ہے۔ تفسیرِ ثعلبی کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ روایت، لغت اور قراءات کے تنوع پر زیادہ زور دیتی ہے، جبکہ تفسیرِ منیر میں بلاغی پہلو، عصری تعبیر اور سائنسی مطابقت پر زیادہ توجہ دی گئی ہے۔دونوں تفاسیر کے مطالعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ قرآن کی تمثیلات صرف مثالیں نہیں بلکہ ایمان کو راسخ کرنے، اخلاقی و روحانی بیداری پیدا کرنے اور عقیدۂ آخرت کو دلوں میں زندہ کرنے کا مؤثر ذریعہ ہیں۔اس مضمون کا مقصد یہ ہے کہ قرآن مجید کے اسلوبِ تمثیل کی روشنی میں عقیدۂ آخرت کی معنویت کو واضح کیا جائے اور ساتھ ہی یہ دکھایا جائے کہ کلاسیکی اور جدید مفسرین نے ان تمثیلات کی کس طرح تشریح و توضیح کی ہے۔اس تقابلی مطالعے سے نہ صرف تفسیر کے مختلف مناہج پر روشنی پڑتی ہے بلکہ یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ قرآنی اسالیب ہر دور میں یکساں طور پر مؤثر اور رہنما ہیں۔

1۔کونیاتی کیفیت کے اعتبار سے تمثیلات

1۔"يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَـطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا كُنَّا فٰعِلِيْنَ ١٠٤ "۔[1]

'' جس دن ہم لپیٹ لیویں آسمان کو جیسے لپیٹتے ہیں طومار میں کاغذ جیسا سرے سے بنایا تھا ہم نے پہلی بار، پھر اس کو دوہرائیں گے، وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر، ہم کو پورا کرنا ہے''۔

اس آیت مبارکہ میں دو تمثیلات پائی گئی ہیں۔ایک "يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ '' پر مبنی ہے اور دوسری " كَمَا بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ" پر مشتمل ہے۔

تمثیلِ اول کے ارکان

ممثل: روزِ قیامت آسمان کے لپٹے جانے کو تشبیہ دی گئی ہے۔

ممثّل بہ: لکھے ہوئے کثیر مضامین پر مشتمل کاغذ کو لپٹے جانے کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے۔

وجہ ِمثل: کسی چیز کے لپٹے جانے میں باہم مماثلت

ادات: کاف بطور تشبیہ

تمثیلِ دوم کے ارکان

ممثّل: قیامت کے دن انسانوں کو دوبارہ زندہ کرنے پر اللہ کی قدرت کو تشبیہ دی گئی ہے۔

ممثل بہ: انسانوں کو پہلی بار تخلیق کرنے پر اللہ کی قدرت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وجہ ِمثل: اللہ کی قدرت میں باہم مشابہت

ادات: کاف

تقابل

تمثیلِ اول کا تقابل

قرأت کا اختلاف

تفسیر ثعلبی میں " نَطْوِي "اور " لِلْكُتُبِ "کی قرأت کی بحث دی گئی ہے جبکہ تفسیر منیر میں " لِلْكُتُبِ "اور " بَدَاْنَآ " کے حوالے سے قرأت کا تذکرہ کیا ہے۔" بَدَاْنَآ " کے بارے میں امام سوسیؒ اور امام حمزہؒ کا اختلاف نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اسے وقف کے ساتھ " بَدَأنَا "پڑھا ہے[2] البتہ تفسیر ثعلبی میں اس کا ذکر نہیں ہے۔ تفسیر ثعلبی کے مطابق " نَطْوِي " کے حوالے سے اسے "تُطْوٰی " یعنی تاء کلمہ پر ضمہ پڑھا گیا ہے گویا کہ یہ صیغہ مجہول کے طور پر پڑھا ہے اور باقی حضرات نے نون کے ساتھ " نَطْوِي "اور "السمآء " کی بطور منصوب قرأت کی ہے۔[3] تفسیر منیر میں یہ بحث محذوف ہے۔اسکے بعد تفسیر ثعلبی میں "لِلْكُتُبِ " کے بارے میں اس کے '' کتاب'' اور ''کُتُب'' پڑھنے کے حوالے سے اختلاف نقل کیا گیا ہے۔ تفسیر منیر میں تو براہِ راست ان قراء کے نام دیے گئے ہیں جنہوں نے "لِلْكُتُبِ "کو" لِلْكُتُبِ "ہی پڑھا ہے۔ان میں امام

OPEN ACCESS

حفصؒ، امام حمزہؒ، امام کسائیؒ اور امام خلفؒ کی قرأت شامل ہے۔ اس کے بعد یہ کہا گیا ہے کہ بقیہ سات حضرات نے "لِلْكِتَابُ" کی قرأت کی ہے۔[4] اس کے بر عکس تفسیر ثعلبی میں ان قرّاء کے نام لینے کی بجائے صرف قبیلے کا ذکر کیا ہے کہ اہلِ کوفہ نے اسے جمع کے وزن پر پڑھا ہے اور دوسرے حضرات نے واحد کے صیغہ پر "لِلْكِتَابُ" پڑھا ہے۔[5]

ممثّل بہ " السِّجِلِّ " کے متعلق معنوی اختلاف

اس کا اندازِ بیان کا دونوں تفاسیر میں فرق ہے جیسا کہ امام ثعلبی نے " السِّجِلِّ " کے معنی کے متعلق صحابہؓ و تابعین کے تین مختلف اقوال نقل کئے ہیں جن میں سے ایک تو وہی ہے جس کا ذکر تفسیر منیر میں بھی کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ

"يوم نطوي السماء يوم القيامة كما يطوى السجل، أي الصحيفة للكتابة فيه، وهذا موقف آخر فيه روع وخوف وحيرة"۔[6]

"اُس دن جس دن ہم آسمانوں کو قیامت کے دن لپیٹ دیں گے جیسے سجل لپیٹا جاتا ہے۔ یعنی وہ صحیفہ جس میں کتابت کی جاتی ہے۔ یہ ایک اور ٹھہرنے کی جگہ ہے جس میں خوف، گھبراہٹ اور حیرت ہو گی"۔

جبکہ تفسیر ثعلبی میں " السِّجِلِّ " کا یہی صحیفے کا مفہوم مراد لینا حضرت ابن عباسؓ اور امام مجاھدؒ سے بھی مروی ہے اور وہ اس طرح سے نقل ہوا ہے کہ

"وقال ابن عباس ومجاهد: هو الصحيفة، واللام في قوله لِلْكُتُبِ بمعنى على تأويلها كطيّ الصحيفة على مكتوبها"۔[7]

پھر اس کی تصدیق دیگر مفسرین نے بھی کی ہے مثلاً امام طبریؒ نے بھی یہی بیان کیا ہے کہ یہاں "السجل" سے مراد وہ صحیفہ ہے جس میں اعمال لکھے گئے ہیں۔ روزِ قیامت آسمان اس طرح لپیٹا جائے گا جیسے لکیر لکیر کی تحریروں والا طومار بند کیا جاتا ہے۔

" عن ابن عباس، قوله (يوم نطوي السماء كطي السجل للكتاب) يقول: كطيّ الصحف"۔[8]

اب اس میں حضرت ابن عباسؓ اور امام مجاھد نے فرمایا کہ "السجل" وہ صحیفہ ہے اور اللہ کے قول " لِلْكُتُبِ " میں لام یہ علیٰ کے معنی میں ہے اور اسکی تاویل یہ ہے کہ صحیفہ کو اس کے مکتوب (لکھے ہوئے) پر لپیٹنا لیکن اس کے علاوہ بھی تفسیر ثعلبی میں دو مزید اقوال نقل کئے گئے ہیں جن کا تذکرہ تفسیر منیر میں نہیں ہے اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس میں امام ابو جوزاءؒ اور امام عکرمہؒ نے امام ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ "السجل" یہ رسول اللہ ﷺ کے کاتب کا نام ہے، یہ قول قوی نہیں ہے۔ اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ کے یہ کاتبین معروف و مشہور ہیں اور انہوں نے اس کا تذکرہ "کتاب الربیع" میں کر دیا ہے۔[9] اور دوسرا حضرت ابن عمرؓ اور امام سدیؒ سے مروی ہے کہ جس میں "سجل" سے مراد وہ فرشتہ ہے جو کہ بندوں کے اعمال لکھتا ہے۔ پس جب وہ استغفار کو لے کر چڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس استغفار کو نور لکھ دو[10]۔

اس کے علاوہ موازنہ کے اعتبار سے ایک بات یہ بھی اہم ہے کہ تفسیر ثعلبی کے بر عکس تفسیر منیر میں "السجل" کا جو صرف صحیفہ والا قول نقل ہوا ہے وہ ائمہ مفسرین کے اسماء گرامی کے بغیر مطلقاً ہی بیان کیا گیا ہے۔

ممثّل بہ " السِّجِلِّ " کے متعلق صرفی و نحوی بحث

تفسیر ثعلبی میں " السِّجِلِّ " کے بارے میں صرفی بحث کی گئی ہے جبکہ تفسیر منیر میں نحوی ترکیب بیان ہوئی ہے۔ تفسیر ثعلبی میں یوں ہے کہ " السِّجِلِّ "صیغہ المساجلة سے اسم مشتق ہے جس کا معنی المکاتبۃ ہوتا ہے اور اسکی اصل "السجل" ڈول سے ہے۔ جب کوئی آدمی ڈول نکالتا ہے تو کہا جاتا ہے۔ "سَجَلْتُ الرَّجُلُ دَلْواً" پھر یہ کلمہ مستعار لیا گیا اور مکاتبۃ اور مراجعۃ کو مساجلۃ کہا جانے لگا۔[11]

اس کے بر عکس تفسیر منیر میں جو نحوی ترکیب دی گئی ہے وہ اس طرح سے ہے کہ " كَطَيِّ السِّجِلِّ " کا کاف موضع نصب میں ہے اس لئے کہ یہ مصدرِ محذوف کی صفت ہے۔ یعنی " نطوي السماء طيّاً كطي السجل " یعنی " کاتب کی کتاب جو لکھ کر لپیٹ دی جاتی ہے " موصوف کو محذوف کر دیا اور صفت کو اس کے قائم مقام کر دیا اور مصدر مفعول کی طرف مضاف ہے جبکہ "سِجِلِّ" مکتوب فیہ کے معنی میں ہے جو کہ صحیفہ ہے۔ یعنی ایسے ہی جیسے صحیفہ لپیٹا جاتا ہے۔[12] تفسیر ثعلبی میں نحوی ترکیب پیش نہیں کی گئی۔

فعل "اَلطَّیّ" کی معنوی وضاحت

CC BY

تفسیر ثعلبی اور تفسیر منیر دونوں میں اس لفظ کا مفہوم بیان کرنے میں فرق ہے۔ تفسیر منیر میں مختصر طور پر اس کو صرف لپیٹنے کے معنی میں لیا ہے اور کہا گیا ہے کہ "اَلطَّیْ" نشر کی ضد ہے۔[13] تفسیر ثعلبی میں دو مفہوم قرآنی دلائل سے استدلال کرتے ہوئے پیش کئے گئے ہیں۔ان میں سے ایک تو وہی ''الدَّرْجُ'' ہے یعنی لپیٹنا کے معنی میں جو کہ نشر کی ضد ہے اور دوسرا معنی تفسیر ثعلبی میں یہ بھی بیان ہوا ہے کہ چھپانا، محو کرنا، مٹانا۔ پھر اس کی وجہ بھی بیان کی ہے کہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ان کی رسوم کو مٹاتے ہیں اور ستاروں کو دھندلاتے ہیں۔اللہ نے سورہ التکویر کی پہلی دو آیات میں فرمایا۔ پھر اہلِ عرب کے قول سے بھی استدلال کیا ہے کہ عرب کہتے ہیں کہ

"اطو عن فلان هذا الحديث أي استره وأخفه"۔[14] "اس بات کو چھپاؤ اور ڈھانپ دو''۔

گویا اس سے یہ معلوم ہوا ہے کہ "الطَّی" کی وضاحت پیش کرنے میں دونوں مفسرین نے فرق کیا ہے۔ پہلا یہ کہ علامہ وھبہؒ نے صرف ایک معنی لپیٹنے کا بیان کیا ہے اور تفسیر ثعلبی نے دو معنی بیان کئے ہیں۔ لپیٹنا اور چھپانا۔اس کے علاوہ دوسرا فرق یہ ہے کہ تفسیر منیر میں "الطَّی" کے معنی کو قرآنی نظائر اور اہلِ عرب کے قول سے استدلال کرتے ہوئے اس طرح پیش کیا ہے جیسا کہ اس ضمن میں سورت الزمر کی آیت 67 اور سورت ابراہیم 48 کی آیت سے استدلال کیا گیا ہے جبکہ تفسیر ثعلبی میں اس حوالے سے سورت الزمر کی آیت 67 کے علاوہ سورہ التکویر کی پہلی دو آیات کا استدلال موجود ہے۔البتہ مجموعی اعتبار سے اگر جائزہ لیا جائے تو تفسیر منیر میں تفسیر ثعلبی کی نسبت عموماً بکثرت قرآنی استدلال کے شواھد ملتے ہیں۔

تمثیلِ اول کا بلاغی پہلو

تفسیر ثعلبی میں تمثیلِ اول کی وضاحت بلاغی نکتہ نظر سے نہیں کی گئی جبکہ تفسیر منیر میں اس تمثیلِ اول کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ تشبیہ دراصل تشبیہ مرسل مفصل ہے۔یعنی ہم آسمان کو ایسے لپیٹ دیں گے جیسے کہ صحیفے کو اس میں لکھی ہوئی چیزوں پر لپیٹ دیا جاتا ہے۔[15] اس کے بعد التفسیر والبیان کے تحت بھی یہ بات مکرر لائی گئی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ

"يوم نطوي السماء يوم القيامة كما يطوى السجل، أي الصحيفة للكتابة فيه، وهذا موقف آخر فيه روع وخوف وحيرة"۔[16]

سائنسی تجزیے سے بھی یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اس آیت میں ممثل "نطوي السماء" ایک ایسی تمثیل ہے جو کائنات کے اختتام کے جدید سائنسی نظریات سے ہم آہنگ نظر آتی ہے خاص طور پر (Big Crunch) یا (Oscillating Universe) جیسے تصورات سے باہم مماثل ہے۔

(Big Crunch) نظریہ کے مطابق کائنات کے پھیلاؤ (expansion) کے بعد ایک ایسا مرحلہ آئے گا جب کششِ ثقل اسے واپس کھینچ لے گی اور وہ لپٹ جائے گی۔ گویا کہ آغاز کی طرف پلٹ جائے گی۔اس کے بعد علامہ شیخ طنطاوی جوہری نے اپنی تفسیر میں اس تمثیل کے ضمن میں یوں واضح کیا ہے کہ پھر غور کرو! اللہ نے آسمانوں اور زمین کے بعد بھی ایک اور کتاب لکھی ہے جو لپیٹی ہوئی ہے، گویا وہ ایک دن کے مانند لپٹی ہوئی ہے۔ ہمارا یہ جہان، ہماری یہ کائنات، ان سب چیزوں کا حال اس لپٹی ہوئی کتاب کی طرح ہے۔اور یہ حقیقت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی تیاری اور اس کی استعداد اسی کے مطابق رکھی ہے۔اسی لیے فرمایا گیا ہے کہ: "سب کچھ ہم نے زبور کے بعد ذکر (لوح محفوظ) میں لکھ دیا ہے۔[17]

تمثیلِ دوم

دلائل نقلیہ سے استدلال

تمثیلِ دوم کے بارے میں دونوں تفاسیر میں قرآن کریم کی ان دو آیات سورہ الانعام کی آیت 94 اور سورہ الکھف کی آیت 48 سے استدلال کیا گیا ہے۔ لیکن اس تمثیل کی وضاحت میں جن احادیث مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے ان کے اسلوبِ بیان میں سند و متن کا فرق ہے۔جیسا کہ تفسیر منیر میں اس تمثیلِ دوم کی تفصیل پیش کرتے ہوئے یہ حدیث مبارکہ کہ حضرت ابراہیمؑ کو سب سے پہلے (قبر سے اٹھا کر) قیامت کے دن لباس پہنایا جائے گا تو تفسیر منیر میں اس کے متعلق جن دو روایات سے استدلال کیا گیا ہے ان میں سے ایک امام نسائی کے حوالے سے حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے جبکہ دوسری روایت کی تخریج امام مسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے کی ہے اور ان دونوں کا ذکر فقہ الحیاۃ اوالاحکام میں کیا گیا ہے۔ نیز وہ روایات یہ ہیں کہ

"روى النسائي عن ابن عباس عن النبي صلّى الله عليه وسلم أنه قال: «يحشر الناس يوم القيامة عراة غرلا- غير مختونين- أوّل الخلق يكسى يوم القيامة إبراهيم عليه السلام، ثم قرأ: كَما بَدَأْنا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ» "۔[18]

اس کے بعد اسی حدیث مبارکہ کو ایک اور مقام پر تاکیداً مکرر بھی لایا گیا ہے۔

OPEN ACCESS

"وأخرجه مسلم أيضا عن ابن عباس قال: قام فينا رسول الله صلّى الله عليه وسلم بموعظة فقال: «يا أيها الناس، إنكم تحشرون إلى الله حفاة عراة غرلا كَما بَدَأْنا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ، وَعْداً عَلَيْنا، إِنَّا كُنَّا فاعِلِينَ ألا وإن أول الخلائق يكسى يوم القيامة إبراهيم عليه السلام» "۔[19]

جبکہ تفسیر ثعلبی میں بھی یہ حدیث کچھ فروق کے ساتھ پائی گئی ہے جن میں سے پہلا فرق یہ ہے کہ تفسیر منیر میں یہ روایت دو دفعہ حضرت ابن عباسؓ کی سند سے ہی مروی ہے لیکن اس کی سند کا فرق پایا گیا ہے جیسا کہ علامہ زحیلیؒ نے اسے امام نسائیؒ اور امام مسلمؒ کی سند سے نقل کیا ہے لیکن تفسیر ثعلبی میں یہ حدیث مذکور تو ہے لیکن وہاں اس کی ایک سند میں حضرت عائشہؓ کا ذکر کیا گیا ہے کہ امام لیث نے امام مجاھدؒ سے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے۔[20] جبکہ دوسری میں حضرت ابن عباسؓ سے ہی مروی ہونے کا ذکر ہے۔[21]

پھر اس سند کے فرق کے علاوہ ایک اور فرق جو کہ متن کے بارے میں ہے وہ بھی نمایاں ہے جو کہ یوں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے مروی جو مندرجہ بالا روایات تفسیر منیر میں آئی ہیں وہاں متن طویل ہے لیکن تفسیر ثعلبی میں یہ مختصر ہے۔ نیز یہ کہ اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تفسیر منیر میں تو صحاح ستہ کی کتب کے حوالے سے اس حدیث کو بیان کیا گیا ہے لیکن تفسیر ثعلبی میں اس کے بغیر ہی نقل کیا ہے۔

تمثیلِ دوم کا بلاغی پہلو

دوسری تمثیل کے بلاغی پہلو کی وضاحت دونوں تفاسیر میں ہے بس فرق یہ ہے کہ تفسیر ثعلبی میں قرآن وحدیث سے استدلال کرتے ہوئے اس تمثیل کی تفصیل پیش کی ہے جبکہ تفسیر منیر میں مختصر طور پر صرف ایک حدیث مبارکہ جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے، سے استدلال کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ امام ثعلبیؒ نے تمثیلی لحاظ سے یہ فرمایا ہے کہ

"ثمّ ابتدأ واستأنف الكلام فقال عزّ من قائل كَما بَدَأْنا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ قال أكثر العلماء: كما بدأناهم في بطون أمهاتهم حفاة عزّلا كذلك نعيدهم يوم القيامة"۔[22]

پھر اللہ نے ایک نیا کلام شروع فرمایا" كَما بَدَأْنا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُ "اکثر علماء نے کہا ہے کہ معنیٰ یہ ہے کہ" كما بدأناهم في--- القيامة" جیسے ہم نے ان کو ان کی ماؤں کے پیٹوں سے ننگے بدن، ننگے پاؤں اور غیر مختون پیدا کیا اسی طرح ہم ان کو قیامت کے دن لوٹائیں گے۔ گویا کہ اس میں واضح طور پر ممثّل ممثّل بہ کی کیفیات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

اس کے بعد اس ضمن میں علامہ شیخ طنطاوی جوہریؒ نے بھی اپنی تفسیر میں ممثّل" نعیدہ" کی وضاحت کی ہے کہ ممثّل" نعیدہ "(Cycle Universe Theory) کو کائنات کے ایک طے شدہ انجام سے تعبیر کیا ہے جو قدرتِ الٰہی کا ثبوت ہے۔ ان سائنسی مشاہدات نے علم فلکیات کی روشنی میں اسے "قانونِ رجعت" کا مظہر قرار دیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ مادہ کبھی فنا نہیں ہوتا بلکہ حالت بدلتا ہے جو جدید حرکیات کے اصولوں سے ہم آہنگ ہے۔[23]

تفسیر میں طوالت واختصار کا پہلو

مجموعی لحاظ سے دیکھا جائے تو تفسیر منیر میں اس آیت کی تفسیر مختصر جبکہ تفسیر ثعلبی میں طویل ہے۔ اگرچہ تفسیر منیر کا غالب اسلوب یہی ہے کہ اس میں اکثر وبیشتر مقامات پر آیت کی تفسیر نسبتاً طویل ہوتی ہے۔

> 2۔"اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭوَفِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ 20ؔ"۔24

"خوب جان رکھو کہ دنیا کی زندگی صرف کھیل تماشہ زینت اور آپس میں فخر (وغرور) اور مال اولاد میں ایک دوسرے سے اپنے آپ کو زیادہ بتلانا ہے، جیسے بارش اور اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ میں اس کو تم دیکھتے ہو پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت میں سخت عذاب اور اللہ کی مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیا کی زندگی بجز دھوکے کے سامان کے اور کچھ بھی نہیں ہے"۔

ممثّل: دنیا کی زندگی میں کھیل، تماشا، آپس فخر اور مال ودولت کی کثرت کے اعتبار سے بارونق ہونے اور بے ثُباتی کو تشبیہ دی گئی ہے۔

OPEN ACCESS

ممثل بہ: بارش کی وجہ سے پیدا ہونے والی کھیتی جس کا بارونق ہونا کسان کو پسند آتا ہے۔ پھر اس کھیتی کا خشک ہو کر چُورا چُورا ہو کر بکھر جانے سے بننے والی صورت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وجہِ مثل: دونوں چیزوں کا اولاً بارونق ہونا اور پھر فنا ہو جانے میں باہم مشابہت دی گئی ہے۔

ادات: کاف حرفِ تمثیل ہے۔

تقابل

ممثَّل کے اجزاء میں سے " لَعِبٌ وَّلَهْوٌ " کا معنٰی

یہ آیت دنیا کی ناپائیداری اور آخرت کی حقیقت کو نہایت بلیغ انداز میں بیان کرتی ہے۔ جہاں تک " لَعِبٌ وَّلَهْوٌ " کی معنوی بحث کا تعلق ہے تو " لَعِبٌ " کا معنی دونوں تفاسیر میں یکساں بیان ہوا ہے جو کہ یہ ہے کہ "لَعِبٌ" سے مراد ہے کہ ایسا باطل جس کے لئے کچھ بھی حاصل ہونے والا نہیں ہے لیکن " لَهْوٌ " کے معنی میں فرق ہے۔ " لَهْوٌ " کا معنی تفسیر ثعلبی میں یہ ہے کہ خوشی پھر ختم ہو جائے گی۔[25] جبکہ تفسیر منیر میں یہ ہے کہ ہر ایسی چیز جو انسان کو بامقصد چیز میں مشغول ہونے سے روک دے۔[26] علامہ ابن عاشورؒ کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ

"وَهِيَ أَيْضًا أُصُولُ أَطْوَارِ آحَادِ النَّاسِ فِي تَطَوُّرِ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ، فَإِنَّ اللَّعِبَ طَوْرُ سِنِّ الطُّفُولَةِ وَالصِّبَا، وَاللَّهْوَ طَوْرُ الشَّبَابِ، وَالزِّينَةَ طَوْرُ الْفُتُوَّةِ، وَالتَّفَاخُرَ طَوْرُ الْكُهُولَةِ، وَالتَّكَاثُرَ طَوْرُ الشَّيْخُوخَةِ"۔[27]

یہ (دنیا کی مثال) دراصل انسانوں کی زندگی کے مختلف ادوار کے اصول بھی ہیں، کیونکہ کھیلنا بچوں اور بچپن کا دور ہے، لہو و لعب جوانی کا دور ہے، زیب و زینت بلوغت اور جوانیِ کامل (جوان مردی) کا دور ہے، فخر و مباہات ادھیڑ عمری کا دور ہے اور زیادہ کمانے اور جمع کرنے کی حرص بڑھاپے کا دور ہے۔

علامہ قرطبیؒ نے ان دونوں الفاظ کا مفہوم اس طرح بیان کیا ہے کہ

"وَقَالَ قَتَادَةُ: لَعِبٌ وَلَهْوٌ: أَكْلٌ وَشُرْبٌ. وَقِيلَ: إِنَّهُ عَلَى الْمَعْهُودِ مِنَ اسْمِهِ، قَالَ مُجَاهِدٌ: كُلُّ لَعِبٍ لَهْوٌ"۔[28]

" امام قتادہؒ نے فرمایا: لعب اور لہو سے مراد کھانا اور پینا ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس سے مراد وہی معروف معنی ہے جو اس نام سے سمجھا جاتا ہے۔ امام مجاہدؒ نے فرمایا کہ ہر کھیل لہو ہے۔

ممثَّل کے جز " زِیْنَةٌ " کا مفہوم

اس بارے میں بھی تفسیرِ ثعلبی میں مختصر طور پر یہ کہا گیا ہے کہ ایسا منظر جس سے وہ لوگ تزیین اختیار کرتے ہیں اور ایک اور جگہ پر یہ کہا گیا ہے کہ "وزینة " کا مطلب ہے عورتوں کے زینت اختیار کرنے کی طرح[29]۔ تفسیر منیر میں یہ مفہوم قدرے طوالت سے اور مختلف انداز میں بیان ہوا ہے اور وہاں تزیین کا مفہوم اس طرح سے بیان کیا گیا ہے کہ

"وَزِينَةٌ تزيين أو ما يتزين به، كالمناصب العالية والمراكب البهية والمنازل الرفيعة والملابس الفاخرة"۔[30]

" یہ تزیین کو کہیں گے یا ہر اس چیز کو کہیں گے جس سے زینت حاصل ہوتی ہے جیسے بلند مناصب۔ جانوروں کو سواری بنانا، (یعنی سوار کے لیے سواری زینت کا باعث بنتی ہے۔ بلند منازل اور خوشنماء کپڑے۔ گویا کہ اس کا حاصل یہ ہوا کہ یہ دنیا کے لیے ایک تمثیل ہے جو پہلے طمع کرنے والوں کو ابھارتی ہے پھر جلد ختم ہو جاتی ہے جیسے پودا مرجھا جاتا ہے۔

ممثَّل کے اجزاء " تَفَاخُرٌ " اور " تَكَاثُرٌ " کی معنوی بحث

" تَفَاخُرٌ " سے مراد تفسیر ثعلبی میں ہم عصر لوگوں کے درمیان آپس میں فخر کرنے کی طرح " کا لیا گیا ہے۔[31] تفسیر منیر میں اس کے معنی میں وسعت پائی گئی ہے جیسا کہ اس سے مراد القاب کے ذریعے، بزرگوں کے ذریعے اور نسب کے ذریعے (فخر کرنا) کے ہیں۔ [32]

جہاں تک "تکاثر" کے مفہوم کی بحث ہے تو اس بارے میں تفسیر ثعلبی میں ایک معروف قول بیان کیا گیا ہے جو کہ حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ پہلے تو اس کا مرادی معنی بیان کیا ہے کہ "كتكاثر الدهقان" ہے۔[33] یعنی "جاگیرداروں کے کثرت سے مال کو حاصل کرنے کی طرح"۔ اس کے بعد حضرت علیؓ کا قول نقل کیا ہے جو انہوں

OPEN ACCESS

نے حضرت عمار بن یاسرؓ سے فرمایا اور اس کے مطابق دنیا کا مصداق کل چھ چیزیں ہیں۔ایک یہ کہ ہر وہ چیز جو کھائی جائے،دوسری یہ کہ ہر وہ چیز جو پی جائے، تیسری بات یہ کہ ہر وہ چیز جو پہن لی جائے، چوتھی یہ کہ ہر وہ چیز جو سونگھ لی جائے، پانچویں یہ کہ ہر وہ چیز جس پر سواری کر لی جائے، چھٹی یہ کہ وہ عورت جس سے نکاح ہو جائے۔اس کے علاوہ حضرت علیؓ کے اس قول کو امام قرطبیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے۔[34]

گویا حضرت علیؓ نے اس قول کے ذریعے دنیا کی ظاہری چمک دمک کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت کو بے نقاب کیا ہے۔انہوں نے بیان کیا ہے کہ دنیا کی لذتیں بظاہر خوشنما اور دلکش نظر آتی ہیں لیکن انکی اصل حقیقت معمولی یا ناپسندیدہ ہوتی ہے۔یہ قول ہمیں دنیا کی فانی اور دھوکہ دینے والی فطرت سے خبردار کرتا ہے اور ہمیں آخرت کی تیاری کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

لیکن تفسیر منیر میں " تَكَاثُر "کا معنی یہ بیان ہوا ہے کہ مال اور اولاد کی کثرت کی وجہ سے ایک دوسرے پر خوشنمائی کرنا۔(فخر کرنا)۔[35] پھر اس کے رد میں علامہ زحیلیؒ نے دنیا کی بے ثباتی کے حوالے سے حضرت سعید بن جبیرؒ کے قول سے استدلال کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ دنیا کی زندگی محض ایک ایسا سامان ہے جس سے نفع اٹھایا جاتا ہے۔دھوکہ ہے جس سے لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور اپنی آخرت کے لئے کام نہیں کرتے یہاں تک کہ یہ بات ان کو پسند آجاتی ہے اور انکا اعتقاد بن جاتا ہے کہ اس کے سواء کوئی اور دار نہیں ہے۔اس کی تصدیق ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ

"قال سعيد بن جبير: الدنيا متاع الغرور، إذا ألهتك عن طلب الآخرة، فأما إذا دعتك إلى طلب رضوان الله ولقائه، فنعم المتاع ونعم الوسيلة. وهذا دليل على أن من استعان على الآخرة بطلب الدنيا، فهي له متاع وبلاغ إلى ما هو خير منه"۔[36]

اس کے علاوہ التفسیر المنیر میں مزید اخروی زندگی کے فضائل کو بذریعہ روایات بیان کیا ہے جس کا اہتمام تفسیر ثعلبی میں نہیں۔نیز یہ کہ تفسیر ثعلبی میں جنت و آخرت کے متعلق بھی بحث موجود نہیں لیکن تفسیر منیر میں جنت کے بارے میں بیان کردہ روایات کے ضمن میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

ممثّل بہ کی تفصیل

تفسیر ثعلبی میں ممثل بہ کے بعض اجزاء کی معنوی وضاحت تو ملتی ہے لیکن تمثیلی پہلو نقل نہیں کیا گیا۔مثلاًامام ثعلبی نے "كمثلِ "سے لے کر "الا متاع الغرور" تک کے حصے کی وضاحت میں صرف یہ دو نکات بیان کئے ہیں کہ "الكفار" کا معنی کھیتی کرنے والے یعنی کسان کے ہیں اور "مصفرًا" اور "حطاماً" کے تحت صرف مرادی معنی اور نتیجہ ہی اخذ کیا گیا ہے کہ پس "وہ بوسیدہ ہو جاتی ہے اور فنا ہو جاتی ہے"[37] دیگر تفصیل موجود نہیں ہے۔لیکن تفسیر منیر میں ممثل بہ کی تفصیل مختلف مقامات پر موجود ہے جیسا کہ بلاغی، فقہی اور قرآنی نظائر سے استدلال کرتے ہوئے بھی اس کی تفصیل ملتی ہے۔

بلاغی پہلو

بلاغی پہلو کے لحاظ سے تمثیل کے طرفین ممثل ممثل بہ سے بننے والی ھئیت پر تفسیر ثعلبی میں روشنی نہیں ڈالی گئی لیکن تفسیر منیر میں یہ مذکور ہے جیسا کہ علامہ زحیلیؒ نے ایک مقام پر فرمایا ہے کہ

"كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَباتُهُ، ثُمَّ يَهِيجُ فَتَراهُ مُصْفَرًّا تشبيه تمثيلي، لأن وجه الشبه منتزع من متعدد"۔[38]

یہ تشبیہ تمثیلی ہے اسلئے کہ وجہ شبہ متعدد امور سے اخذ شدہ ہے۔اب اگر سائنسی لحاظ سے دیکھا جائے تو "غيث" بارش،نبات، یھیج،صفراًاور حطاماً جیسے مراحل ایسے ہیں جو نباتات کی حیاتیاتی نشوونما سے مکمل طور پر مطابقت رکھتے ہیں۔یہ تمام مراحل کسی بھی پودے کی زندگی کے سائنسی مراحل ہیں۔

پھر امام بیضاویؒ م685ھ نے اس بارے میں یوں نقل کیا ہے کہ

"كَمَثَلِ غَيْثٍ أَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَباتُهُ ثُمَّ يَهِيجُ فَتَراهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُونُ حُطاماً وهو تمثيل لها في سرعة تقضيها وقلة جدواها بحال نبات أنبته الغيث فاستوى وأعجب به الحراث، أو الكافرون بالله لأنهم أشداء إعجاباً بزينة الدنيا ولأن المؤمن إذا رأى معجباً انتقل فكره إلى قدرة صانعه فأعجب بها"۔[39]

بارش کی مانند جس نے کاشتکاروں کو اس کی پیداوار سے خوش کر دیا، پھر وہ (پودا) خشک ہو جاتا ہے، پس تم اسے زرد دیکھتے ہو، پھر وہ ٹوٹ پھوٹ کر تنکے بن جاتا ہے۔یہ دنیا کی مثال ہے کہ کس طرح یہ جلد ختم ہو جاتی ہے اور اس کا فائدہ بہت کم ہوتا ہے، بالکل ایسے ہی جیسے بارش اگاتی ہے اور پودا بڑھ کر سنورتا ہے اور کاشتکار اس سے خوش

cc BY

ہوتے ہیں۔ گویا کہ مراد یہ ہے کہ کافر (اللہ کے منکر)اس لیے دنیا کی زیب وزینت سے سخت متاثر ہوتے ہیں، جبکہ مؤمن جب کسی چیز کو باعثِ تعجب دیکھتا ہے تو فوراًاس کا ذہن اس کے خالق کی قدرت کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ اس قدرت پر تعجب کرتا ہے۔

قرآنی نظائر سے استدلال

اس تمثیل کی وضاحت کے لیے بھی علامہ زحیلیؒ نے دلائل کے طور پر قرآنی نظائر میں سے سورہ یونس کی آیت 24اور سورہ الکھف کی آیت 45 سے استدلال کیا ہے جبکہ تفسیر ثعلبی میں اس ضمن میں قرآنی نظائر کا تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔

فقہی پہلو

فقہی پہلو میں ممثل اور ممثل بہ دونوں اجزاء کی صراحت علامہ زحیلیؒ نے کی ہے جبکہ تفسیر ثعلبی میں یہ بحث مذکور نہیں۔ فقہ کے تحت خلاصے کے طور پر تفسیر منیر میں نہ صرف ان پانچ صفات کا تذکرہ کیا ہے جو کہ فانی ہیں بلکہ ان کے فانی ہونے کے اسباب کی بھی تاویلات کو بیان کیا گیا ہے۔ جن میں لھو، لعب، تفاخر، تکاثر اور زینت شامل ہیں۔ پھر اللہ کا دنیا کو جلد ختم کرنے اور اس کے جمال کے زائل ہونے کو تشبیہ دیئے جانے کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس کی تائید میں ایک جگہ پر یوں فرمایا ہے کہ

"ثم شبهها في سرعة انقضائها وزوال جمالها بالزرع الذي يعجب الناظرين إليه، لحضرته بكثرة الأمطار، ثم لا يلبث أن يصير هشيما كأن لم يكن"۔[40]

پھر اللہ نے اس کے بعد جلد ختم ہونے اور اس کے جمال کے زائل ہونے کو کھیتی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جس کی طرف دیکھنے والے خوش ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ اس کی سر سبز و شادابی بارشوں کی کثرت کی وجہ سے ہوتی ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتے ہیں، گویا کہ وہ تھے ہی نہیں۔ تفسیر ثعلبی میں یہ بحث سرے سے مذکور ہی نہیں۔

3۔" سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ 21ب"۔[41]

" دوڑو اپنے رب کی معافی کی طرف کو اور بہشت کو جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان اور زمین کا تیار رکھی ہے واسطے ان کے جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، یہ فضل اللہ کا ہے دے اس کو جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے"۔

ممثل: جنت کی وسعت کی مثال

ممثل بہ: آسمان اور زمین کی وسعت کے ساتھ پیش کرنا

وجہ مِثْل: طرفین کو وسعت کے اعتبار سے باہم تشبیہ دینا

ادات: کاف بطور تمثیل

تقابل

طوالت واختصار کا پہلو

تفسیر ثعلبی میں اس کی تفسیر نہایت مختصر انداز میں کی گئی ہے۔ جیسا کہ اس میں صرف متنِ آیت کے بعض اجزاء کا صرف لفظی مفہوم بیان کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے مثلاً ممثل کے حصے "سَابِقُوْٓا" سے لے کر "عَرْضُهَا " کے تحت صرف دو الفاظ کا معنٰی بیان کیا ہے جن میں سے " سَابِقُوْٓا "کا صرف یہ معنی ہے کہ اس سے مراد" تیزی سے چلنا" کے ہیں۔اس کے بعد لفظ "عَرْضُهَا" کا معنی "اس کی وسعت" ہونا بیان کیا ہے دیگر تفصیل موجود نہیں۔[42] جبکہ تفسیر منیر میں اس آیت سے متعلق کچھ مزید لغوی و اصطلاحی تفصیل بھی پیش کی گئی ہے جیسا کہ علامہ زحیلیؒ کے نزدیک "سابقوا الیٰ مغفرة من رَّبِّكُم "میں یہ کہا گیا ہے کہ "سابقوا " سے مراد دوڑ کے میدان میں سبقت کرنے والوں کے بھاگنے کی طرح بھاگنے کے ہیں اور"الیٰ مغفرة من رَّبِّكُم " میں "سابقوا " کا مصداق بیان ہوا ہے کہ مغفرت کا اشارہ مغفرت کے موجبات کی طرف بھاگنے کے لیے کیا گیا ہے۔[43] لیکن دیگر مفسرین نے اس لفظ "سابقوا "کو اصطلاحی مفہوم میں لیا ہے۔ جیسا کہ بعض مفسرین کے ہاں اس میں اصل نیک اعمال کی طرف سبقت لے جانے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور اس کی تصدیق ائمہ متقدمین میں سے علامہ سمرقندی م373 ھ نے اپنی تفسیر "بحر العلوم"[44] میں بھی کی ہے۔

CC BY

ممثّل "جنت" کا تعارف و خصوصیات

اہلِ علم کے ہاں جنتوں کی کل تعداد آٹھ ہے جن کے ناموں میں دار الجلال، دار القرار، دار السلام، جنۃ العدن، جنۃ المأویٰ، جنۃ الخُلد، جنۃ النعیم اور جنۃ الفردوس شامل ہیں۔ تفسیر ثعلبی میں جنت کی وسعت کا ذکر کرنے کے لئے امام ثعلبیؒ نے پہلے یہ ذکر کیا ہے کہ " كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ " کے تحت آسمان وزمین میں سے بعض کے بعض (اجزاء) کے ساتھ ملنے کی وجہ سے اس کی وسعت کو مزید سمجھا جا سکتا ہے اور پھر اس جنت کی وسعت کو بیان کرنے کے لئے امام ابنِ کیسان کا قول بھی تائیداً نقل کیا ہے کہ

"وقال ابن كيسان: عنى به جنّة واحدة من الجنات"۔[45]

"اللہ نے تمام جنتوں میں سے اس آیت کے ذریعے سے ایک جنت ہی مراد لی ہے"۔

گویا کہ جنت کی چوڑائی کو سمجھانے کے لئے محض جنت کی آٹھ اقسام میں سے کسی ایک جنت کی مثال مراد نہیں لی بلکہ ان تمام آٹھ جنتوں کو ملا کر ایک جنت ہی مراد لیا ہے۔ تفسیر منیر میں یہ کہا گیا ہے کہ جنت کا عرض اتنا ہے جتنا کہ ان دونوں (آسمان وزمین) کو ملا کر عرض بنتا ہے اس کے برابر جنت کا عرض ہے۔اس کے بعد یہ کہ جنت کا مخلوق ہونا اور اکیلا ایمان ہی اس کے استحقاق میں کافی ہے، کا بھی ذکر کیا ہے۔[46]

امام ابو الفداء اسماعیل حقی بن مصطفیؒ نے اپنی تفسیر میں جنت کی وسعت کی تصدیق امام اسماعیل سدیؒ کے قول سے استفادہ کرتے ہوئے ان الفاظ سے کی ہے کہ

" لو كسرت السموات والأرض وصرن خرد لا فبكل خردلة لله جنة عرضها كعرض السموات والأرض ويقال هذا التشبيه تمثيل للعباد بما يعقلون ويقع في نفوسهم مقدار السموات والأرض وتقديم المغفرة على الجنة لتقدم التخلية على التحلية"۔[47]

اگر آسمانوں اور زمین کو توڑ کر ریزہ ریزہ کر دیا جائے اور وہ ریزے ریزے ہو جائیں، تو ہر ایک ریزے کے بدلے اللہ کے پاس ایک جنت ہے جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔اور کہا جاتا ہے کہ یہ تشبیہ اس لیے دی گئی ہے تاکہ بندوں کے سامنے ایسی مثال پیش کی جائے جو وہ سمجھ سکیں اور جس کا اندازہ ان کے دل میں بیٹھ سکے۔یعنی آسمانوں اور زمین کی وسعت اور مغفرت کو جنت پر مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ تزکیہ اور گناہوں سے پاکی کا مرتبہ زینت اور نعمتوں سے پہلے ہے۔

ممثّل کے دیگر اجزاء میں سے اللہ کے فضل کے متعلق چند اہم نکات

تفسیر ثعلبی میں فضلِ الٰہی کی بحث محذوف ہے لیکن تفسیر منیر میں یہ موجود ہے۔ جیسا کہ ایک مقام پر " ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ " کے تحت یہ کہنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اللہ کا کسی پر فضل کرنا اس کے اعمالِ صالحہ کی بناء پر ہی کیوں نہ ہو، یہ فضل نہ تو اللہ پر واجب ہے اور نہ ہی لازم۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ بذاتِ خود وسیع فضل والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ (اس بارے میں کسی لحاظ سے بھی) پابند نہیں ہیں۔ جیسا کہ ایک اور مقام پر علامہ زحیلیؒ نے اس بارے میں یہ تبصرہ کیا ہے کہ اللہ نے اس بات کو بیان کیا ہے کہ مغفرت اور جنت اللہ کی جانب سے فضل اور رحمت ہے، اللہ پر واجب اور لازم نہیں ہے۔[48] پھر یہی مفہوم قاضی ثناء اللہ پانی پتی[49] اور دیگر مفسرین نے بھی بیان کیا ہے۔

اس کے بعد ایک حدیثِ صحیح بھی اس حوالے سے پیش کی گئی ہے کہ کس طرح سے اللہ کا فضل حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کا ملخص یہ ہے کہ آپ ﷺ نے مزید فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز پر رہنمائی نہ کر دوں کہ جب تم اسے کر لوگے تو تم اپنے بعد والے لوگوں سے بڑھ جاؤ گے اور کوئی ایک بھی تم پر فضیلت حاصل نہیں کر سکے گا۔

" ولا يكون أحد أفضل منكم إلا من صنع مثلما صنعتم، تسبّحون وتكبّرون وتحمّدون دبر كل صلاة ثلاثا وثلاثين، قال: فرجعوا، فقالوا: سمع إخواننا أهل الأموال ما فعلنا، ففعلوا مثله، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشاءُ»۔"[50]

" کوئی ایک بھی تمہارے مقابلے میں فضیلت والا نہیں رہے گا مگر وہی شخص جو تمہارے جیسا کام کر کے آیا ہو گا۔ تم ہر نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ، 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 دفعہ اللہ اکبر کہو۔ راوی کہتے ہیں کہ صحابہؓ لوٹ آئے اور انہوں نے عرض کی کہ ہمارے مالدار بھائیوں نے یہ عمل سن لیا جو ہم نے کیا اور انہوں نے بھی ایسا کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" ذٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشاءُ"۔

CC BY

تفسیر منیر کے بر عکس تفسیر ثعلبی میں نہ تو اللہ تعالیٰ کی اس صفت ذوالفضل کا بیان ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے کسی بھی حدیث مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے۔

فقہی پہلو

اس بحث کا ذکر بھی علامہ زحیلیؒ نے کیا ہے لیکن امام ثعلبی نے اسے بیان نہیں کیا۔ علامہ زحیلیؒ نے اس بارے میں مومنین کو تلقین کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان اعمال صالحہ کی طرف تیزی سے بڑھنے کا حکم دیا جو ان لوگوں کے لئے ان کے رب کے ہاں مغفرت کو ثابت کرتے ہیں اور ان کے لیے ایسے باغات بناتے ہیں جن کے نیچے نہریں ہونگیں۔ اس کے بعد یہ کہا ہے کہ

" وفي هذا تقوية للرجاء، ودليل على أن الجنة مخلوقة جاهزة. لكن لا تنال الجنة ولا تدخل إلا برحمة الله تعالى وفضله، والله صاحب الفضل الواسع الكثير"۔[51]

گویا کہ اس آیت میں رَجاء یعنی امید کے لئے تقویت ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ جنت پیدا کر کے تیار کر دی گئی ہے لیکن اللہ کی رحمت اور فضل سے ہی جنت حاصل کی جائے گی۔ تفسیر ثعلبی میں یہ پہلو مستثنیٰ ہے۔

4۔"وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ "[52]

"اور پہاڑ دھنے ہوئے رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے"۔

ممثل: قیامت کے دن پہاڑوں کے ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جانے کی حالت کو تشبیہ دی گئی ہے۔

ممثل بہ: دُھنی ہوئی روئی کے اڑتے بکھرتے ہوئے اجزاء سے بننے والی حالت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

وجہ مثل: دونوں کا متفرق اجزاء میں بکھر جانے سے پیدا ہونے والی حالت میں مشابہت

ادات: کاف بطور تمثیل

تقابل

ممثل کی بحث

سورہ القارعہ کی اس آیت میں بنیادی طور پر قیامت کے دن لوگوں کی کیفیت کی مثال بیان کی گئی ہے کہ روزِ محشر میں کافروں کی پریشان کن حالت ہو گی۔ پھر جہاں تک اس میں پائے جانے والے تمثیل کے اول جز ممثل کا تعلق ہے تو اس کا تذکرہ تفسیر ثعلبی میں نہیں ہے لیکن تفسیر منیر میں مذکور ہے۔ جیسا کہ تفسیر منیر میں اس بارے میں کچھ منفرد خصوصیات بیان کی گئی ہیں مثلاً فقہی پہلو پر بحث کرتے ہوئے علامہ زحیلیؒ نے قرآنی نظائر کی روشنی میں یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روزِ قیامت پہاڑوں پر احوال کے تغیر کو چار صورتوں میں بیان کیا ہے جن میں پہاڑ کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا، پہاڑ کا بھربھری ریت کے ٹیلوں کی طرح ہونا، پہاڑ کا دُھنی ہوئی روئی کی طرح ہو جانا اور یہ اعضاء ایسے ہو جاتے ہیں جیسے کہ کھڑکی سے داخل ہونے والے چھوٹے چھوٹے ذرات ہیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ سراب یعنی پہاڑوں کا ریت کی طرح کے ہو نے کے ہیں۔[53]

ممثل بہ" كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ "کی صفات کا بیان

تفسیر ثعلبی میں نہایت مختصر طور پر صرف ممثل بہ" كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ" کا معنی بیان ہوا ہے کہ اس سے مراد تر (گیلی) رنگی ہوئی اون ہے دیگر اجزاء کے بارے میں تفصیل پیش نہیں کی گئی۔ جیسا کہ امام ثعلبی نے فرمایا ہے کہ

"وَتَكُونُ الْجِبالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ كالصوف المصبوغ المبلل"۔[54]

اس کے بعد امام طبریؒ نے بھی ممثل بہ کے بارے میں یہی فرمایا ہے کہ

"حدثنا بشر، قال: ثنا يزيد، قال: ثنا سعيد، عن قتادة، في قوله: (وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ) قال: الصوف المنفوش"۔[55]

CC BY

یعنی پہاڑ کی کیفیت ایسی ہو جائے گی جیسے "الصوف المنفوش"، "دھنی ہوئی اون" ہے۔ اس کے بعد تفسیر منیر میں فقہی نکتہ نظر کے تحت ایک یہی صفت بیان کی گئی ہے کہ پہاڑ اس دن مختلف رنگوں والے اون کی طرح ہو جائیں گے جس اون کو دُھنا گیا ہو کیونکہ یہ بکھر جاتی ہے اور اڑ جاتی ہے۔[56] لیکن اس کے علاوہ دوسری صفت جو کہ تر ہونا ہے تو اسکے بارے میں تفصیل پیش نہیں کی گئی۔

بلاغی پہلو

اس آیت میں تشبیہ تمثیلیہ پائی جاتی ہے جس میں قیامت کے دن پہاڑوں کی ہیبت و مضبوطی کا دھنی ہوئی اون کی نرمی اور بکھرنے سے موازنہ کیا گیا ہے۔ گویا کہ اصل مقصد قیامت کے ہولناک انقلاب کو مجسم شکل میں پیش کرنا ہے۔ یہاں "الْعِهْنِ" کے رنگین ہونے کا ذکر منظر کو مزید جاندار اور بصری بناتا ہے اور "الْمَنْفُوشِ" کا لفظ حرکت اور انتشار کو نمایاں کرتا ہے۔ بلاغی پہلو کے اعتبار سے علامہ زحیلیؒ نے اس طرح وضاحت کی ہے کہ

"وَتَكُونُ الْجِبالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ كالصوف المندوف في خفة سيرها وتبددها، حتى تستوي مع الأرض"۔[57]

"یعنی وہ پہاڑ ایسی (اون) کی مانند ہونگے جو کہ اپنی دُھنائی اور ریشہ ریشہ ہونے میں جھاڑی جارہی ہو یہاں تک کہ زمین کے برابر ہو جائے"۔

لیکن تفسیر ثعلبی میں یہ بلاغی پہلو بھی محذوف ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر منیر میں اس سبب کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ پہاڑوں کو اون کے ساتھ ہی مشابہت کیوں دی گئی ہے تو اس بارے میں علامہ زحیلیؒ نے فرمایا کہ چونکہ یہ اڑنے میں اور بکھرنے کے اعتبار سے کم وزن ہونگے اس لئے "کالعھن المنفوش" سے تمثیل دی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض ائمہ مفسرین نے اس تمثیل کو تمثیلِ حرکت میں شمار کیا ہے۔ اس کے بعد امام سعدیؒ نے بھی اس تمثیل کے دیئے جانے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ

"وأما الجبال الصم الصلاب، فتكون { كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ } أي: كالصوف المنفوش، الذي بقي ضعيفًا جدًا، تطير به أدنى ريح"۔[58]

اس کے بعد امام قرطبیؒ نے بھی یہی سبب بیان کیا ہے۔[59] جس کا مفہوم کچھ اس طرح سے ہے کہ پہاڑوں کو اُون سے مشابہت دی گئی ہے، اور "الْعِهْنُ" وہ اُون ہے جو رنگی ہوئی ہو، کیونکہ پہاڑوں کے رنگ مختلف ہوتے ہیں جب اُون کو جھاڑا جائے تو وہ اُڑ جاتی اور منتشر ہو جاتی ہے۔ گویا کہ پہاڑ دُھول کی مانند منتشر ہو جائیں گے۔

اعرابی وضاحت

تفسیر ثعلبی کے برعکس تفسیر منیر میں دیگر اجزاء کے بارے میں بھی تفصیل پیش کی گئی ہے جیسا کہ وہاں اسکی اعرابی وضاحت اس طرح بیان ہوئی ہے کہ ممثل بہ "كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ" یکون کی خبر ہونے کی وجہ سے موضع نصب میں ہے۔[60] لیکن تفسیر ثعلبی اس ضمن میں خاموش ہے۔ ان کے علاوہ بھی عقیدہ آخرت کے بارے میں دیگر آیات مبارکہ ایسی ہیں جن میں کونیاتی کیفیت کے اعتبار سے قرآنی تمثیلات پائی گئی ہیں۔ جیسا کہ ان میں ایک آیت 37 سورہ الرحمٰن کی اور سورہ المعارج کی آیت 9 شامل ہیں۔

2۔ تخلیقی کیفیت کے اعتبار سے تمثیلات

1۔" وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰي كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَاۗءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰي مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰۗؤُا ۭ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ 94 "[61]

"اور البتہ تم ہمارے پاس آگئے ایک ایک ہو کر جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تم کو پہلی بار اور چھوڑ آئے تم جو کچھ اسباب ہم نے تم کو دیا تھا اپنی پیٹھ کے پیچھے اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارش والوں کو جن کو تم بتلایا کرتے تھے کہ ان کا تم میں ساجھا ہے البتہ منقطع ہو گیا تمہارا علاقہ اور جاتے رہے جو دعوے کہ تم کیا کرتے تھے"۔

ممثل: مرنے کے بعد (کفار) مشرکین کا دوبارہ زندہ ہو کر دنیا کی زندگی سے متعلق ہر اُس چیز سے جدا ہو کر زندہ ہونے کو مشابہت دی گئی ہے۔

ممثل بہ: اللہ کا تمہیں (یعنی مشرکین) کو پہلی دفعہ پیدا کرنے سے مشابہت

وجہ مثل: پیدا ہونے میں مشرکین کے دونوں اوقات (آخرت اور دنیا) میں مشابہت

ادات: کاف مثل کے معنی میں ہے۔

تقابل

قرأت کا اختلاف

CC BY

اس تمثیلی آیت میں ''جِئْتُمُوْنَا'' کے متعلق تفسیر منیر میں قرأت کا اختلاف نقل کیا گیا ہے جو کہ تفسیر ثعلبی میں محذوف ہے۔ علامہ زحیلیؒ کے مطابق امام سوسیؒ اور امام حمزہؒ نے اسے وقف کے ساتھ یعنی ''جِیْتُمُوْنَا'' پڑھا ہے جبکہ جمہور کی رائے میں ''جِئْتُمُوْنَا'' والی قرأت ہی ہے جو کہ متنِ قرآن ہے۔[62]

جہاں تک '' لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ'' میں پائے جانے والے '' بَيْنَكُمْ '' کی قرأت کی بحث ہے تو اس بارے میں اختلافِ قرأت دونوں تفاسیر میں نقل کیا گیا ہے۔'' بَيْنُكُمْ ''کی قرأت کے متعلق تفسیر ثعلبی میں ائمہ قرّاء و مفسرین کے تفسیری اقوال کی روشنی میں اختلاف نقل کیا گیا ہے جیسا کہ امام ثعلبیؒ نے یہ بیان کیا ہے کہ امام ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قرأت کے مطابق ''بینکم''میں نون کلمہ منصوب ہے جبکہ باقی حضرات نے اسے مرفوع یعنی '' لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنُكُمْ'' پڑھا ہے جو کہ اس معنی میں ہے کہ '' لَقَدْ تَقَطَّعَ وُصْلُكُمْ'' یعنی ''تمہارے تعلق کاٹ دیے جائیں گے۔اس کے بعد تفسیر ثعلبی میں کلمہ '' اَلْبَيْنْ ''کو کلمہ اضداد میں شمار کیا ہے[63] جس سے مراد ملنے اور جدا ہونے کے ہیں۔[64] پھر اس کی وضاحت کے لئے ایک شعر سے استدلال کیا ہے جہاں اس سے مراد جدائی والا معنی لیا گیا ہے۔[65]

جہاں تک تقابل کا تعلق ہے تو تفسیر منیر میں کلمہ اضداد اور شعری استشہاد کا ذکر نہیں ہے البتہ وہاں صرف اختلافِ قرأت کا تذکرہ ہے جو کہ تفسیر ثعلبی میں بھی نسبتاً طوالت کے ساتھ موجود ہے۔ مثلاً یہاں اس بات کی نشاندہی کی گئی ہے کہ '' بَيْنُكُمْ '' سے متعلق کن ائمہ قرّاء سے مروی یہ قرأت ہے۔اس کے علاوہ یہ کہ جب ائمہ قرّاء نے'' بَيْنَكُمْ '' کو منصوب پڑھا ہے تو ان کے ناموں میں بھی تفسیر ثعلبی کے اعتبار سے کچھ فرق نمایاں ہے جیسا کہ اہلِ مدینہ ،امام حسنؒ،امام مجاھدؒ،امام رجاءؒ اور امام کسائیؒ نے اسے نون کے نصب کے ساتھ پڑھا ہے[66] جبکہ تفسیر منیر میں یہ کہا گیا ہے کہ '' بَيْنَكَمْ ''یعنی نون کے فتح کے ساتھ امام نافعؒ،امام حفصؒ اور امام کسائیؒ کی قرأت ہے جبکہ باقی قرّاء نے نون کے رفع کے ساتھ '' بَيْنُكُمْ'' پڑھا ہے۔[67] تو گویا رفع کے ساتھ پڑھنے میں دونوں کا اسلوب یکساں ہے کہ ائمہ قرّاء کا نام لینے کی بجائے صرف بقیہ حضرات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

''وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰي'' میں لفظ'' فُرَادٰي'' کی معنوی بحث

زیرِ بحث دونوں تفاسیر میں لفظ'' فُرَادٰي ''کے مرادی معنٰی میں فرق پایا گیا ہے جیسا کہ تفسیر منیر میں ہے کہ '' فُرَادٰي'' فردٌ کی جمع ہے اور''منفردین عن الاھل والمال والولد''[68] سے مراد ہے کہ اہل،مال اور اولاد سے علیحدہ ہو کر۔ تفسیر ثعلبی میں اس کی ابتداء میں ہی معنوی وضاحت یوں کی ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے خبر ہے کہ اللہ قیامت کے دن کے بارے میں کفار سے کہہ رہے ہیں کہ

''وَلَقَدْ جِئْتُمُونا فُرادى وحدانا لا مال معكم ولا زوج ولا ولد ولا خدم ولا حشم''۔[69]

البتہ تحقیق تم میرے پاس اکیلے اکیلے آؤ گے نہ تمہارے ساتھ کوئی مال ہو گا،نہ بیوی،نہ اولاد،نہ خادم،نہ مددگار ہونگے۔

گویا کہ امام ثعلبیؒ نے اہل و عیال اور مال کے علاوہ خادم اور کسی قسم کے بھی خیر خواہ کا روزِ قیامت میں غیر نافع ہونے کا بھی ذکر کیا ہے جس کو علامہ وھبۃ الزحیلیؒ نے بیان نہیں کیا ہے۔اس کے بعد مزید اس بارے میں امام حسنؒ اور امام ابنِ کیسانؒ کے اقوال نقل کئے ہیں کہ اول الذکر یعنی امام حسنؒ کے نزدیک ''فُرادیٰ'' کا لفظی معنی ''ہر ایک علیحدہ علیحدہ'' ہونے کے ہیں جبکہ ثانی الذکر یعنی امام ابنِ کیسانؒ نے اس کا مرادی معنی '' معبودین سے علیحدہ ہو کر'' ہونے کے بیان کیا ہے۔[70] تو اس سے ثابت ہوا کہ ''فُرادیٰ'' کے متعلق بعض پہلو ایسے ہیں جو کہ تفسیر منیر میں محذوف ہیں لیکن تفسیر ثعلبی میں ان چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

شانِ نزول

تفسیر منیر میں براہِ راست اس آیت سے متعلق شان نزول بیان ہوا ہے لیکن تفسیر ثعلبی میں اس کا تذکرہ نہیں۔ علامہ زحیلیؒ نے اس کو اس طرح سے پیش کیا ہے کہ

''وَلَقَدْ جِئْتُمُونا فُرادى: أخرج ابن جرير وغيره عن عكرمة قال: قال النضر بن الحارث: سوف تشفع إليّ اللات والعزى، فنزلت هذه الآية: وَلَقَدْ جِئْتُمُونا فُرادى إلى قوله: شُرَكاءُ''۔[71]

''وَلَقَدْ جِئْتُمُونا فُرادى''کے بارے میں امام ابن جریرؒ وغیرہ نے امام عکرمہؒ سے تخریج کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ نضر بن حارث نے کہا تھا کہ عنقریب لات،عزیٰ کی طرف سفارش کی جائے گی۔ پس یہ آیت '' وَلَقَدْ جِئْتُمُونا فُرادى إلى قوله'' شُرَكاءُ'' تک نازل ہوئی۔ صرف اسی پر ہی اکتفاء نہیں کیا گیا بلکہ فقہ الحیاۃ او الاحکام[72] میں بھی اس کی تصدیق کی گئی ہے کہ یہ آیت نضر بن حارث کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

CC BY

ممثل کے دیگر اجزاء کا بیان

تفسیر منیر میں'' وَمَا نَرٰي مَعَكُمْ شُفَعَاۗءَكُمُ ''سے لے کر اخیر تک وضاحت مختصر طور پر قرآنی استدلال کرتے ہوئے کی گئی ہے لیکن تفسیر ثعلبی میں اس حصے کی تفصیل موجود نہیں البتہ تفسیر ثعلبی میں''و لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ'' کے بارے میں محض قرأت کا اختلاف اور'' بَيْنَكُمْ '' کے بارے میں کچھ معنوی وضاحت درج کی گئی ہے لیکن تفسیری نکات بیان نہیں کئے گئے۔اس بارے میں علامہ زحیلیؒ نے بحث کی ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ '' لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ''کے تحت قطع تعلق کا مصداق بیان ہوا ہے کہ روزِ قیامت تمہارے درمیان ہر وہ تعلق کٹ جائے گا جو دوستی، رشتہ داری، وسائل، اسباب اور عاطفت (شفقت)، موالات (تعلقات) پر مبنی ہو یعنی جو بھی اسلام، آزادی یا اجنبیت کی بنیاد پر ہو گا۔ جیسا کہ سورہ القصص کی آیت 62 اور سورہ الشعراء کی آیات 92 اور 93 ہیں۔

ممثل بہ کے اجزاء میں سے'' كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ'' کا تفسیری جائزہ

اس میں ممثل بہ کی وضاحت کرتے ہوئے دونوں تفاسیر میں اگرچہ مفہوم یکساں ہے لیکن دونوں میں محشر کے دن کفار کی حالت و کیفیت بیان کرنے میں کچھ فرق ہے مثلاً تفسیر ثعلبی میں یوں نقل ہوا ہے کہ

''كَما خَلَقْناكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ عراة حفاة غرلا بهم وَتَرَكْتُمْ وخلفتم''۔[73]

تو تفسیر منیر میں بقیہ نکات تو وہی ہیں لیکن تفسیر منیر میں یہ کہا گیا ہے کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن، پہلی کھال کے ساتھ (یعنی پیدائش کے وقت جو کچھ بھی کھال تھی اس سب کے ساتھ تمہیں پیدا کیا گیا تھا۔[74] گویا کہ دونوں مفسرین کے مفہوم پیش کرنے میں تھوڑا سا فرق نمایاں ہے۔امام ثعلبی نے کفار کی حالت بیان کرنے کے لئے ننگے بدن، ننگے پاؤں اور ختنے کی کھال کی کیفیت کا تذکرہ کیا ہے لیکن تفسیر منیر میں اس ضمن میں ننگے پاؤں، ننگے بدن اور اس پورے بدن کی کھال کی پیدائش کی ابتدائی حالت کو بیان کیا گیا ہے۔

تمثیل کے طرفین کے متعلق دلائلِ نقلیہ کا اسلوب

اس آیت کے حوالے سے جیسا کہ یہ بات عیاں ہے کہ ''کما'' سے پہلے تک کا جز ممثل پر مبنی ہے اور اس کے بعد والے حصے کا تعلق ممثل بہ سے ہے۔ تفسیر ثعلبی میں طرفین کی وضاحت تفسیری روایات کی روشنی میں کی گئی ہے جن میں سے پہلی روایت ممثل کی تائید میں حضرت محمد بن کعب کی حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کردہ ہے[75] لیکن اس کا ذکر تفسیر منیر میں نہیں۔ البتہ ایک اور روایت جو کہ براہِ راست اس تمثیل کے متعلق ہے اور اس میں بھی ممثل کی وضاحت ملتی ہے اور وہ حضرت عائشہؓ سے متعلقہ ایسی روایت ہے جس کا ذکر دونوں تفاسیر تفسیر ثعلبی اور تفسیر منیر میں ہے۔امام ثعلبیؒ نے اس حوالے سے یوں نقل کیا ہے کہ

''وقال القرضي: قرأت عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلّم قول الله عز وجل وَلَقَدْ جِئْتُمُونا فُرادى كَما خَلَقْناكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ، فقالت: يا رسول الله واسوتاه إن الرجال والنساء يحشرون جميعا ينظر بعضهم إلى سوأة بعض؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: «لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ لا ينظر الرجال إلى النساء ولا النساء إلى الرجال شغل بعضهم عن بعض»''۔[76]

نیز تفسیر منیر میں دورانِ تفسیر اس تمثیل کی وضاحت ملتی ہے لیکن وہاں روایات کی بجائے محض قرآنی استدلال پیش کیا گیا ہے۔ جیسا کہ علامہ زحیلیؒ نے بیان کیا ہے کہ اس آیت اور سورہ البقرہ کی آیت 174 کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔اس لئے کہ اللہ ان سے عزت اور رضامندی والا کلام نہیں کریں گے اور کلام کا پورا ہونا ان کے لئے ڈانٹ ڈپٹ ہو گی ہمسر، شریک اور بت بنانے کی وجہ سے جو انہوں نے دنیا میں بنائے یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ انہیں انکی زندگی اور آخرت میں فائدہ دیں گے۔[77]

اس سے یہ ثابت ہوا کہ دونوں مفسرین نے اس تمثیل کے طرفین کی وضاحت کے لئے دلائلِ نقلیہ سے استفادہ کرنے کے لیے مختلف اسلوب اختیار کیا ہے۔

تفسیری روایات کے اسلوب میں سند و متن کے متعلق چند فروق

دورانِ تفسیر ممثل کے بارے میں ایک روایت مبارکہ تو ایسی ہے جس کا ذکر دونوں تفاسیر میں آیا ہے اور وہ حضرت عائشہؓ کے متعلق ہے۔ تفسیر ثعلبی میں اس بارے میں مختصر سند پیش کرتے ہوئے راوی کا نام ذکر کیا ہے کہ ''قال الفرضي''[78] لیکن تفسیر منیر میں سند مذکور ہی نہیں۔اس کے بعد تفسیر ثعلبی میں اُس حدیث کی کتاب کا ذکر نہیں جس میں یہ روایت بیان ہوئی ہے جبکہ تفسیر منیر میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ یہ'' صحیح مسلم'' میں امام مسلم نے روایت کی ہے البتہ متن کے اعتبار سے دونوں مقامات پر یکساں ہے۔[79]

CC BY

اس کے علاوہ ایک اور روایت جو کہ ممثل کے بارے میں ہے اور جس میں امام محمد بن کعبؒ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے تو اس کی بھی سند تفسیر ثعلبی میں درج ہے لیکن تفسیر منیر میں اس کا سرے سے ذکر ہی نہیں۔ نیز ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ تفسیر منیر میں غرضِ تمثیل کی وضاحت کے لئے جو روایت نقل کی گئی ہے اس کی بھی سند درج نہیں کی گئی صرف یہ کہا ہے کہ صحیح حدیث میں ثابت ہے[80] جبکہ تفسیر ثعلبی میں یہ سرے سے بیان ہی نہیں کی گئی۔

غرضِ تمثیل کا تذکرہ

تفسیر منیر میں فقہ کے تحت اس آیت کی غرضِ تمثیل کو نہ صرف براہِ راست بیان کیا گیا ہے بلکہ اس بارے میں ایک صحیح حدیث مبارکہ سے بھی استدلال کیا ہے جو کہ اسطرح سے ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

"في الصحيح أن رسول الله صلّى الله عليه وسلّم قال: «يقول ابن آدم: مالي مالي، وهل لك من مالك إلا ما أكلت فأفنيت، أو لبست فأبليت، أو تصدقت فأبقيت، وما سوى ذلك فذاهب، وتاركة للناس»"۔[81]

" ابن آدم کہے گا کہ "مالی" میرا مال، میرا مال، حالانکہ تیرے مال میں سے تو کچھ بھی نہیں رہا سوائے اس کے کہ جو تو نے کھالیا اور فنا کیا، پہن لیا اور بوسیدہ کیا یا صدقہ کر دیا اور باقی بچالیا۔ اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ جانے والا ہے اور تو اس کو لوگوں کے لئے چھوڑنے والا ہے۔"۔

تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ علامہ زحیلیؒ نے اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہوئے یہ تصدیق کی ہے کہ املاک، اموال اور دنیا کی نعمتوں کا آخرت میں کچھ فائدہ نہیں ہوگا اور تفسیر ثعلبی میں براہِ راست اس تبلیغی نکتے کا تذکرہ نہیں ہے۔

تفسیر القرآن بالقرآن کا اسلوب

یہ اسلوب بھی تفسیر ثعلبی کی نسبت تفسیر منیر میں زیادہ غالب ہے۔ مثلاً اسی آیت کے تحت یہ کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کفار سے عزت و رضامندی والا کلام نہیں کریں گے اور کلام کا پورا ہونا ان کے لئے ڈانٹ ڈپٹ ہوگی تو علامہ زحیلیؒ نے اس بارے میں مختلف مقامات پر قرآنی استشھاد پیش کیا ہے۔ مثلاً سورہ البقرہ کی آیت 174 میں بھی اس بارے میں دلیل پائی گئی ہے۔ اسی طرح کفار جن بتوں کو اپنا سفارشی بناتے تھے دنیا میں ان سے امیدیں لگایا کرتے تھے، ان کے غیر نافع ہونے کے بارے میں سورہ الشعراء کی آیات 92 اور 93 سے استدلال کیا گیا ہے۔ نیز چند دیگر مقامات اور بھی ہیں جن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے لیکن تفسیر ثعلبی میں اس ضمن میں یہ پہلو محذوف ہے۔

نحوی بحث

تفسیر منیر میں " لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ " میں " بَيْنَكُمْ " کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ ظرف ہونے کی بناء پر منصوب ہے اور یہی مفہوم تفسیر ثعلبی میں بھی بیان ہوا ہے لیکن تفسیر منیر میں اس کے بعد اس کی تقدیرِ عبارت بھی بیان کی گئی ہے جو کہ اضافی طور پر منفرد پہلو ہے۔[82]

پھر کلمہ " اَلْبَيْنْ " کے بارے میں تفسیر ثعلبی میں ایک تو اسکو کلمہ اضداد میں شمار کیا ہے جیسا کہ پہلے یہ بات گزر چکی ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ اس کو منصوب اور مرفوع دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ لیکن تفسیر منیر میں اس کی وضاحت قدرے مختلف ہے۔ مثلاً علامہ زحیلیؒ نے مفردات اللغویہ کے تحت یوں بیان کیا ہے کہ جب " لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنُكُمْ " ہوگا یعنی نون کے ضمہ کے ساتھ ہوگا تو اس کا معنی ہے تم سے ملنا۔ یعنی تمہاری جمعیت بکھر جائے گی اور جب نصب کے ساتھ " بَيْنَكُمْ " کی قرأت ہوگی تو یہ ظرف بنے گا یعنی "وَصْلُكُمْ بَيْنَكُمْ "۔ اور " بَيْنٌ " صلہ ہوگا، دو چیزوں یا کئی چیزوں کے درمیان مسافت کو " بَيْنْ " کہتے ہیں۔ اسے تثنیہ یعنی مُثنّیٰ کی طرف مضاف کرتے ہیں اور جمع کی طرف بھی مضاف کیا جاتا ہے۔ پھر اس بارے میں اول الذکر کے لئے سورہ الحجرات کی آیت 10 اور ثانی الذکر کے لئے سورہ الکہف کی آیت 78 سے استدلال کیا گیا ہے۔[83]

ایک اور فرق جو " بَيْنَكُمْ " کی نحوی بحث کے حوالے سے ہے وہ یہ ہے کہ تفسیر ثعلبی میں صرف اس کے نون کلمہ کے مرفوع و منصوب ہونے کے حوالے سے بحث کی گئی ہے لیکن تفسیر منیر میں مجرور یعنی جب یہ صلہ بنے گا تو بھی اس کی مثال سے وضاحت کی گئی ہے۔[84]

خلاصہ بحث کا پیش کرنا

یہ اسلوب بھی تفسیر ثعلبی کی نسبت تفسیر منیر میں زیادہ نمایاں ہے جیسا کہ دنیا کی بے ثباتی اور دائمی عذاب کے حوالے سے علامہ زحیلیؒ نے دورانِ تفسیر یہ کہا ہے کہ

CC BY

"والمقصود من الكلام في الجملة: إن آمالكم خابت في كل ما تزعمونوتتوهمون، فلا فداء ولا شفاعة، ولا سبيل لدفع عذاب الله عنكم: يَوْمَ لا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِنَفْسٍ شَيْئاً، وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِلَّهِ [الانفطار 82/ 19]"۔ [85]

''جملہ میں کلام سے مقصود یہ ہے کہ بے شک تمہاری خواہشات کی ہر اس چیز میں جس کا تم گمان کر رہے تھے اور وھم کر رہے تھے ناکام ہو گئیں۔ پس نہ کوئی فدیہ ہو گا نہ کوئی شفاعت اور نہ ہی تم سے اللہ کے عذاب کے دور ہونے کا کوئی راستہ ہو گا جیسا کہ سورہ الانفطار کی آیت 19 میں ہے''۔

اس کے بعد یہی بات کہ تم نے جن جن چیزوں کی خواہش کی مثلاً دنیاوی لحاظ سے ملکیت، مال و دولت، غلام اور مویشی وغیرہ تو ہر چیز تم آخرت میں پیچھے چھوڑ آؤ گے۔ جیسا کہ اس کی تائید علامہ واحدی م468ھ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے کہ

"{وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلناكم} ملَّكناكم وأعطيناكم من المال والعبيد والمواشي"۔ [86]

اسی سے یہ معلوم ہوا کہ اس آیت کا اصل مقصود دنیا کی بے ثباتی اور عذابِ الٰہی کا اٹل ہونا ثابت کرنا ہے۔ گویا کہ علامہ واحدیؒ نے بھی آیت کے متعلق حاصلِ کلام بیان کیا ہے۔

2۔"وَعُرِضُوْا عَلٰي رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍۢ ۡ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا 48ؐ "۔87

''اور سامنے آئیں تیرے رب کے صف باندھ کر آ پہنچے تم ہمارے پاس جیسا ہم نے بنایا تھا تم کو پہلی بار نہیں تم تو کہتے تھے کہ نہ مقرر کریں گے ہم تمہارے لیے کوئی وعدہ''۔

ممثل: قیامت کے دن انسان کا اللہ کے حضور پیش ہونے کا بیان

ممثل بہ: پہلی بار انسان کی پیدائش کا بیان

وجہ مثل: طرفین کی حالتِ برہنگی، بے بسی اور تنہائی کی کیفیت میں مشابہت

ادات: کما کا کاف

تقابل

قرأت کی بحث

علامہ زحیلیؒ نے '' جِئْتُمُوْنَا'' کے متعلق یہ اختلاف نقل کیا ہے کہ امام سُوسیؒ اور امام حمزہؒ نے اسکو وقف کے ساتھ '' جِئْتُمُوْنَا'' کی بجائے '' جِيتُمُوْنَا'' پڑھا ہے [88] لیکن تفسیر ثعلبی میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

لغوی اور مرادی معنیٰ بیان کرنے کے اسلوب میں فرق

امام ثعلبیؒ کا عمومی اسلوب یہ ہے کہ وہ تفسیر کے دوران الفاظ کا زیادہ تر مقامات پر مرادی معنیٰ ہی بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں جیسا کہ اس آیت کے ضمن میں بھی انہوں نے مختلف مقامات پر لغوی معنی کی بجائے مرادی معنی بیان کیا ہے۔ لیکن تفسیر منیر میں یہ پہلو نمایاں ہے کہ اکثر و بیشتر لغوی اور معنوی دونوں طرح کے مفاہیم بیان کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔

ممثّل کے جز ''صَفًّا'' کے معنی کے بارے میں عام و خاص کے اصول کو مدِ نظر رکھنا

تفسیر منیر میں '' صَفًّا'' کے معنی کی وضاحت نہایت اَحسن انداز میں ایک تمثیل کی صورت میں کی گئی ہے۔ گویا تفسیر منیر کا اندازِ بیاں تفسیر ثعلبی سے مختلف ہے جیسا کہ وھاں اس بارے میں فنِ بلاغت کی رو سے '' صَفًّا'' کے مفہوم کو واضح کیا گیا جبکہ تفسیر ثعلبی میں اصولِ تفسیر کے اس قاعدہ عام و خاص کو اپناتے ہوئے صرف مفہوم ہی بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً امام ثعلبیؒ نے یہ فرمایا کہ '' صَفًّا'' کا معنی صف در صف ہے اس لئے کہ یہ لوگ ایک ہی صف میں ہونگے اور اس کے علاوہ ایک قول اس ضمن میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد '' قيامه'' ہے جس سے مراد یہ ہے کہ کھڑے ہونے کی حالت میں یعنی کفار سے کہا جائے گا اور یہ کہ یہ لفظ عام ہے اور اس کا معنی خاص ہے۔ [89]

OPEN ACCESS

CC BY

لیکن تفسیر منیر میں بھی مفردات اللغویہ کے تحت " صَفًّا" کی اسی حالت کا بیان ہے۔ جیسا کہ وہاں یہ کہا گیا ہے کہ " مصطفين" یہ صف بندی کی ہوئی حالت کے معنی میں ہے کوئی ایک دوسرے سے چھپا ہوا نہیں ہوگا۔[90] گویا" مصطفين" کا مطلب ہے کہ بندوں کے صفوں کی حالت میں آنا البتہ اس میں اس کے عام وخاص ہونے کے بارے میں وضاحت نہیں کی گئی۔

ممثّل اور اس کے اجزاء کے متعلق تمثیلی انداز بیاں

تفسیر منیر میں تمثیلی پہلو عموماً نمایاں ہوتا ہے لیکن تفسیر ثعلبی میں یہ پہلو شاذ و نادر ہے۔ مثلاً علامہ زحیلیؒ نے " وَعُرِضُوْا عَلٰي رَبِّكَ" جس کا تعلق ممثل کے اجزاء میں سے ہے اس کی مزید وضاحت میں یہ تمثیل پیش کی ہے کہ ان لوگوں کی حالت کو تشبیہ دی گئی ہے ان چوپایوں کی حالت سے جنہیں بادشاہ کے پاس صف بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ یہ اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ انہیں پہچان لیں بلکہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ انہیں حکم کریں۔

"عُرِضُوا عَلى رَبِّكَ تشبيه حالهم بحال الجند المعروضين على السلطان، لا ليعرفهم، بل ليأمر فيهم"۔[91]

گویا کہ علامہ زحیلیؒ نے اس سبب کو بھی بیان کیا ہے کہ یہاں" صفاً" کی دراصل مراد کیا ہے تو اصل مقصود عاجزی وانکساری کا اظہار مطلوب ہے۔ تفسیر ثعلبی میں یہ پہلو محذوف ہے۔ پھر اس کے علاوہ ایک اور مقام پر بھی "صفا" کی وضاحت کے لیے یہ تمثیل پیش کی ہے کہ جیسے نماز کی صفیں ہوتی ہیں ایسے ہی حشر کے میدان میں تمام مخلوق کو اللہ کے سامنے حساب کے لیے صف در صف کی صورت میں جمع کیا جائے گا۔[92] جبکہ اس آیت کے ضمن میں تفسیر ثعلبی میں طرفین کی وضاحت الگ الگ اجزاء کی صورت میں تو کی گئی ہے لیکن تمثیل کی صورت میں تفسیری جائزہ نہیں لیا گیا۔

" كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۫"میں سے ممثل بہ کا بیان:

دونوں تفاسیر میں اسکے اسلوبِ بیاں کا فرق ہے جیسا کہ تفسیر ثعلبی میں ممثل بہ " اَوَّلَ مَرَّةٍ" پہلی بار تخلیق کرنے کے بارے میں ان کیفیات کو مختلف اقوال کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ مثلاً زندہ کرکے، برھنہ حالت میں، حالتِ عزل یعنی ختنہ کرنے سے پہلے کی حالت میں اور ایک قول اکیلے اکیلے کا بھی ملتا ہے کہ اس صورت میں لوگوں کو پہلی دفعہ پیدا کیا گیا تھا۔

"قَدْ جِئْتُمُونا كَما خَلَقْناكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ يعني: أحياء. وقيل: عراة. وقيل: عزلا. وقيل: فرادى"۔[93]

اب تفسیر منیر میں جن کیفیات کا تذکرہ اس حوالے سے کیا گیا ہے وہ یہ ہیں ہے کہ

"ماخَلَقْناكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أي فرادى حفاة عراة، لا شيء معكم من المال والولد، لقوله تعالى: وَلَقَدْ جِئْتُمُونا فُرادى "۔ [94]

ان میں اکیلے، ننگے پاؤں، ننگے بدن، اس حال میں کہ ان کے پاس مال اور اولاد میں سے کوئی چیز نہیں تھی، کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اس بارے میں اللہ کا فرمان سورہ الانعام کی آیت 94 سے بھی استدلال کیا ہے۔ گویا اگرچہ اس میں بھی ممثل بہ کی چار کیفیات کا تذکرہ ہے جن میں سے بعض تفسیر ثعلبی سے مختلف ہیں مثلاً ننگے پاؤں اور اس حال میں کہ تمہارے پاس مال اور اولاد میں سے کوئی چیز نہیں تھی اس کا ذکر تفسیر ثعلبی میں نہیں کیا گیا۔

نحوی بحث

تفسیر منیر میں" صَفًّا" کے متعلق نحوی بحث پائی گئی ہے لیکن تفسیر ثعلبی میں یہ نہیں ہے۔ اس بارے میں تفسیر منیر میں ایک تو یہ بیان ہوا ہے کہ یہ حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے، اس کے بعد اسکی تقدیر عبارت بیان کی ہے۔[95] پھر" اَلَّنْ نَّجْعَلَ "کے متعلق بھی یہ صراحت ملتی ہے کہ یہ دراصل" اَنْ لَنْ نَجْعَلَ "ہے۔ اس میں اَن مخففہ مِنَ الْمُثْقَلَهْ ہے اصل میں اِنَّهُ تھا۔[96] البتہ تفسیر ثعلبی میں اس آیت سے متعلقہ کسی بھی لفظ کی نحوی ترکیب کی بحث موجود نہیں۔

فقہی پہلو

" مَّوْعِدًا" تفسیر ثعلبی میں اس کے تحت صرف اتنا بیان کیا ہے کہ اس کا مرادی معنٰی قیامت ہے دیگر تفصیل پیش نہیں کی گئی۔[97] تفسیر منیر میں یہ طوالت پر مبنی بحث ہے۔ جیسا کہ تفسیر منیر میں لفظ "مَّوْعِدًا" کا لفظی معنی وعدہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد فقہی نکتہ نظر سے بھی اس کا معنی ومفہوم بیان ہوا ہے کہ اس سے مراد ہے کہ تمام مخلوق کو حشر میں اللہ کے حضور ایک ہی صف میں جمع کیا جائے گا۔

"إنهم يعرضون صفا بعد صف، كالصفوف في الصلاة، كل أمة وزمرة صفّ، لا أنهم صف واحد"۔[98]

CC BY

مؤقف یعنی حشر میں کھڑے ہونے کی جگہ میں جمع ایک ہی میدان میں تمام مخلوقات کو اللہ کے سامنے حساب کے لیے جمع کیا جائے گا جیسا کہ نماز کی صفیں ہوتی ہیں اور ہر امت ایک ہی صف کی جماعت میں ہو گی نہ کہ یہ کہ وہ سب ایک ہی صف میں ہونگے۔ گویا ایک فقہی نکتہ جو کہ فرقہ واریت کے حوالے سے بھی انتہائی اہم ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے کہ ہر امت ایک ہی صف کی جماعت میں ہو گی نہ کہ یہ کہ وہ سب ایک ہی صف میں ہونگے۔

اس کے بعد اس "مَّوْعِدًا" کی تائید کے لیے ایک حدیث مبارکہ جو کہ حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے، نقل کی گئی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ بے شک تم سے صفوں میں کھڑا کر کے حساب لیا جائے گا۔[99] اس طرح کی تفصیل جو کہ فقہی نکتہ نظر سے اہم ہے تو امام ثعلبی نے اس کا براہِ راست دورانِ تفسیر ذکر ہی نہیں کیا۔ نیز یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ تفسیر ثعلبی کی نسبت تفسیر منیر میں اس آیت کی بحث قدرے تفصیلاً درج ہے جیسا کہ اس میں علمِ قرأت، طرفین کی نحوی بحث اور فقہی پہلو پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کے علاوہ بھی بعض دیگر آیات مبارکہ ایسی ہیں جن میں عقیدہ آخرت کی تخلیقی کیفیت کے اعتبار سے قرآنی تمثیلات پائی گئی ہیں مثلاً سورہ الاعراف کی آیات 29 اور 30 کے مابین یہ تمثیلی اسلوب نمایاں ہے۔ اسی طرح سورہ یونس کی آیت 45 میں بھی اس منہج کی تائید ہوتی ہے۔

3۔ اہلِ جنت اور اہلِ جہنم کی جزاء و سزاء سے متعلق تمثیلات

یہاں یہ بحث قابلِ نظر ہے کہ صرف کونیاتی، تخلیقی اور نباتاتی کیفیات کے اعتبار سے ہی قرآن مجید میں عقیدہ آخرت سے متعلق تمثیلات نہیں پائی گئی ہیں بلکہ دیگر موضوعات سے متعلقہ بھی آیات مبارکہ موجود ہیں جو کہ اس عقیدہ آخرت کی بالخصوص تائید کرتی ہیں۔ اسی طرح یہ کہ بعض تمثیلی آیات مبارکہ سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ ان میں اہل جنت کی جزاء اور اہلِ نار کی سزاء کا ثمر کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اہلِ جنت کے انعامات کے حوالے سے سورہ الصافات کی آیات 48 اور 49 ہیں۔ اس کے علاوہ سورہ الرحمٰن کی آیت 58، سورہ الواقعہ کی آیت 23 اور متعدد دیگر آیات ہیں۔ اس کے بعد صرف اسی پر اکتفاء نہیں بلکہ اہلِ نار کے انجامِ بد کے حوالے سے بھی سورہ الکہف کی 29، سورہ الصافات کی آیات 64 اور 65، سورہ الدخان کی آیات 45،44،43 اور شامل 46 ہیں۔ نیز سورہ روم کی آیت 55، سورہ فاطر کی 36، سورہ یٰسین کی آیت 80، سورہ محمد کی آیت 12، سورہ القمر کی آیات 19،8،7-20 -31،20 ، الرحمٰن کی آیت 37، المعارج کی آیت 43، سورہ المرسلات کی آیات 32-33 اور سورہ النازعات کی آیت 46 شامل ہیں۔

حاصل کلام

اس تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید کا اسلوبِ تمثیل محض بلاغی آرائش نہیں، بلکہ عقیدۂ آخرت کی توضیح، فکری و اخلاقی تربیت، اور قلبی تاثیر کا ایک نہایت مؤثر ذریعہ ہے۔ قرآن مجید کائنات، فطرت اور انسانی تجربات سے ماخوذ تمثیلات کے ذریعے غیبی حقائق کو محسوساتی اور فطری انداز میں قاری کے سامنے پیش کرتا ہے، جس سے آخرت کے مناظر قلوب و اذہان میں زندہ ہو جاتے ہیں اور اس سے محاسبہ نفس کی بھی ترغیب ملتی ہے۔ تفسیرِ ثعلبی اور التفسیر المنیر کے تقابلی مطالعے سے دو مختلف مگر باہم تکمیلی تفسیری رویّے سامنے آتے ہیں۔ علاوہ ازیں، کائناتی، وجودی اور نباتاتی تمثیلات کی درجہ بندی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن نے آفاقی اور فطری تصاویر کے ذریعے اپنے پیغام کو ہر زمانے کے لیے قابلِ فہم اور مؤثر بنایا ہے۔

حوالہ جات

---

[1] الانبیاء 104:21

[2] الزحیلی، وهبة بن مصطفیٰ ،التفسیر المنیر فی العقیدة والشریعة والمنهج،مکتبه رشیدیه،سرکی روڈ ،کوئٹه،س۔ن، ج9،ص144

CC BY

[3] الثعلبی،احمد بن محمد بن ابراہیم، ابو اسحاق،"الکشفُ والبیانُ فی تفسیرِ القرآن"، محقق ،الشیخ سید کسروی حسن ،منشورات علی بیضون دارالکتب العلمیۃ،بیروت ـلبنان،2004ء، ج4،ص 277

[4] الزحیلی، وھبۃ بن مصطفیٰ بن محمد ،التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنھج،مکتبہ رشیدیہ، ج9،ص144

[5] الثعلبی ، احمد بن محمد بن ابراہیم ،الکشفُ والبیانُ فی تفسیرِ القرآن"، محقق ،الشیخ سید کسروی حسن ، ج4،ص277

[6] الزحیلی، وھبۃ بن مصطفیٰ ،التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنھج، ج9،ص150

[7] الثعلبی ، احمد بن محمد بن ابراہیم، الکشفُ والبیانُ فی تفسیرِ القرآن"، محقق ،الشیخ سید کسروی حسن ،ج4،ص277

[8] الطبري ، محمد بن جرير ، أبو جعفر ، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، بالتعاون مع مركز البحوث والدراسات الإسلامية بدار هجر الدكتور عبد السند حسن يمامة، دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع والإعلان،ط1 1422 هـ - 2001 م، ج18،ص543

[9] الثعلبی ، الکشفُ والبیانُ فی تفسیرِ القرآن،ج4،ص277

[10] محولہ بالا؛ الطبري ،محمد بن جرير ، جامع البيان عن تأويل آي القرآن، الدكتور عبد الله بن عبد المحسن التركي، ج18،ص543

[11] الکشف والبیان فی تفسیر القرآن،ج4،ص277

[12] الزحیلی، وھبۃ بن مصطفیٰ ، التفسیر المنیر فی العقیدۃ والشریعۃ والمنھج ، ج9،ص145

[13] الزحیلی،التفسیر المنیر،ج9،ص146

[14] الکشف والبیان فی تفسیر القرآن،ج4،ص277

[15] الزحیلی،التفسیر المنیر،ج9،ص145

[16] التفسیر المنیر،ج9،ص150

17 طنطاوی جوہری،الجواہر فی تفسیر القرآن،المکتبۃ التجاریۃ الکبری، چیرو،1928ء ، ج 10،ص233

[18] التفسیر المنیر،ج9،ص153

[19] محولہ بالا

[20] محولہ بالا ،ج4،ص278

[21] الکشف والبیان فی تفسیر القرآن،ج4،ص277

[22] الکشف والبیان فی تفسیر القرآن،ج4،ص278

[23] طنطاوی جوہری،الجواہر فی تفسیر القرآن، ج17،ص349

[24] الحدید 57 :20

[25] الکشف والبیان فی تفسیر القرآن،ج6،ص116

[26] التفسیر المنیر،ج14،ص345

[27] ابن عاشور، محمد الطاهر بن محمد ،التحرير والتنوير «تحرير المعنى السديد وتنوير العقل الجديد من تفسير الكتاب المجيد» ، الدار التونسية للنشر – تونس، 1984 ھ،ج27،ص401

[28] قرطبی، محمد بن أحمد ،الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش، دار الكتب المصرية – القاهرة،ط 2 2 1384 / 1964 م،ج17،ص 254

[29] الکشف والبیان فی تفسیر القرآن،ج6،ص116

[30] التفسیر المنیر، ج14،ص345

[31] الکشف والبیان فی تفسیر القرآن،ج6،ص116

cc BY

[32] التفسير المنير، ج14،ص345

[33] تفسير الثعلبی،ج6،ص 116

[34] القرطبي، محمد بن أحمد بن الأنصاري ،الجامع لأحكام القرآن ، تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش،ج17،ص255

[35] التفسير المنير،ج14،ص345

[36] محوله بالا،ج14،ص347؛ الرازي ، فخر الدين،محمد بن عمر ،مفاتيح الغيب = التفسير الكبير،دار إحياء التراث العربي – بيروت،ط 3 1420 هـ، ج29،ص 464

[37] الكشف والبيان فی تفسير القرآن،ج6،ص 116

[38] التفسير المنير،ج14،ص344

[39] بيظاوی، عبد الله بن عمر، ناصر الدين، أنوار التنزيل وأسرار التأويل، تحقيق: محمد عبد الرحمن المرعشلي، دار إحياء التراث العربي – بيروت،ط 1 1418 هـ ،ج5،ص 189

[40] التفسير المنير،ج14،ص 348-349

[41] الحديد 21:57

[42] الكشف والبيان فی تفسير القرآن،ج6،ص116

[43] التفسير المنير،ج14،ص345

[44] السمرقندي، أبو الليث، نصر بن محمد ،بحر العلوم، م ـن،س ـن،ج3،ص408

[45] الكشف والبيان فی تفسير القرآن،ج6،ص116

[46] التفسير المنير،ج14،ص344

[47] إسماعيل حقي بن مصطفى ، أبو الفداء ،روح البيان، دار الفكر – بيروت،س ـن، ج9،ص374

[48] التفسير المنير،ج14،ص345

[49] المظهري، محمد ثناء الله، التفسير المظهري، المحقق: غلام نبي التونسي، مكتبة الرشدية – الباكستان،1412هـ ،ج9،ص200

[50] البخاري ،محمد بن إسماعيل ،الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري، المحقق: محمد زهير بن ناصر الناصر، ط 1 1422 هـ، رقم الحديث 843؛ مسلم بن الحجاج ،أبو الحسن، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم، المحقق: محمد فؤاد عبد الباقي، دار إحياء التراث العربي – بيروت،س ـن، رقم الحديث،595؛ التفسير المنير،ج14،ص348

[51] التفسير المنير،ج14،ص349

[52] القارعه 5:101

[53] التفسير المنير،ج15،ص774-775

[54] الكشف والبيان فی تفسير القرآن،ج6،ج528

[55] الطبری، محمد بن جرير ، جامع البيان في تأويل القرآن، المحقق: أحمد محمد شاكر ،ج24،ص574

[56] التفسير المنير،ج15،ص772

[57] التفسير المنير،ج15،ص771

[58] السعدي، عبد الرحمن بن ناصر، تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان، المحقق: عبد الرحمن بن معلا اللويحق، مؤسسة الرسالة،ط1 1420/2000 ء،ص933

59 قرطبی، محمد بن أحمد ، أبو عبد الله ،الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي، ج 20،ص165

60 التفسیر المنیر، ج15، ص770

61 الانعام 94:6

62 التفسیر المنیر، ج4، ص309

63 کلمہ اضداد یہ ہے کہ ایک ہی لفظ دو ہی متضاد معنی کا حامل ہو تو وہ لفظ کلمہ اضداد کہلاتا ہے۔جیسا کہ لفظ بیع بیچنے اور خریدنے دونوں معنی میں آتا ہے۔اس لئے اس کا معنی بیچنا اور خریدنا دونوں کئے جاتے ہیں۔

64 الکشف والبیان فی تفسیر القرآن، ج2، ص557

65 محولہ بالا

66 محولہ بالا

67 التفسیر المنیر، ج4، ص309

68 التفسیر المنیر، ج4، ص311

69 الکشف والبیان فی تفسیر القرآن، ج2، ص557

70 محوّلہ بالا

71 التفسیر المنیر، ج4، ص312

72 محوّلہ بالا ، ج4، ص317

73 الکشف والبیان فی تفسیر القرآن، ج2، ص557

74 التفسیر المنیر، ج4، ص311

75 الکشف والبیان فی تفسیر القرآن، ج2، ص557

76 محوَّلہ بالا

77 التفسیر المنیر، ج4، ص315

78 الکشف والبیان فی تفسیر القرآن، ج2، ص557

79 التفسیر المنیر، ج4، ص 317

80 محوَّلہ بالا

81 التفسیر المنیر، ج4، ص317

82 محوَّلہ بالا ، ج4، ص310

83 التفسیر المنیر، ج4، ص311

84 محوَّلہ بالا

85 الزحیلی، التفسیر المنیر، ج4، ص315

86 الواحدي، علي بن أحمد، الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، تحقيق: صفوان عدنان داوودي، دار القلم , الدار الشامية - دمشق، بيروت، ط 1 1415 هـ، ص366

87 الکہف 48:18

88 التفسیر المنیر، ج8، ص287

CC BY

[89] تفسير الثعلبى ،ج4،ص125

[90] الزحيلى،التفسير المنير،ج8،ص288

[91] محوَّله بالا

[92] التفسير المنير،ج8،ص292

[93] الكشف والبيان فى تفسير القرآن،ج4،ص125

[94] التفسير المنير،ج8،ص288

[95] محوَّله بالا ،ج8،ص287

[96] محوله بالا

[97] الكشف والبيان فى تفسير القرآن،ج4،ص125

[98] التفسير المنير،ج8،ص292

[99] محوله بالا ،ج8،ص293